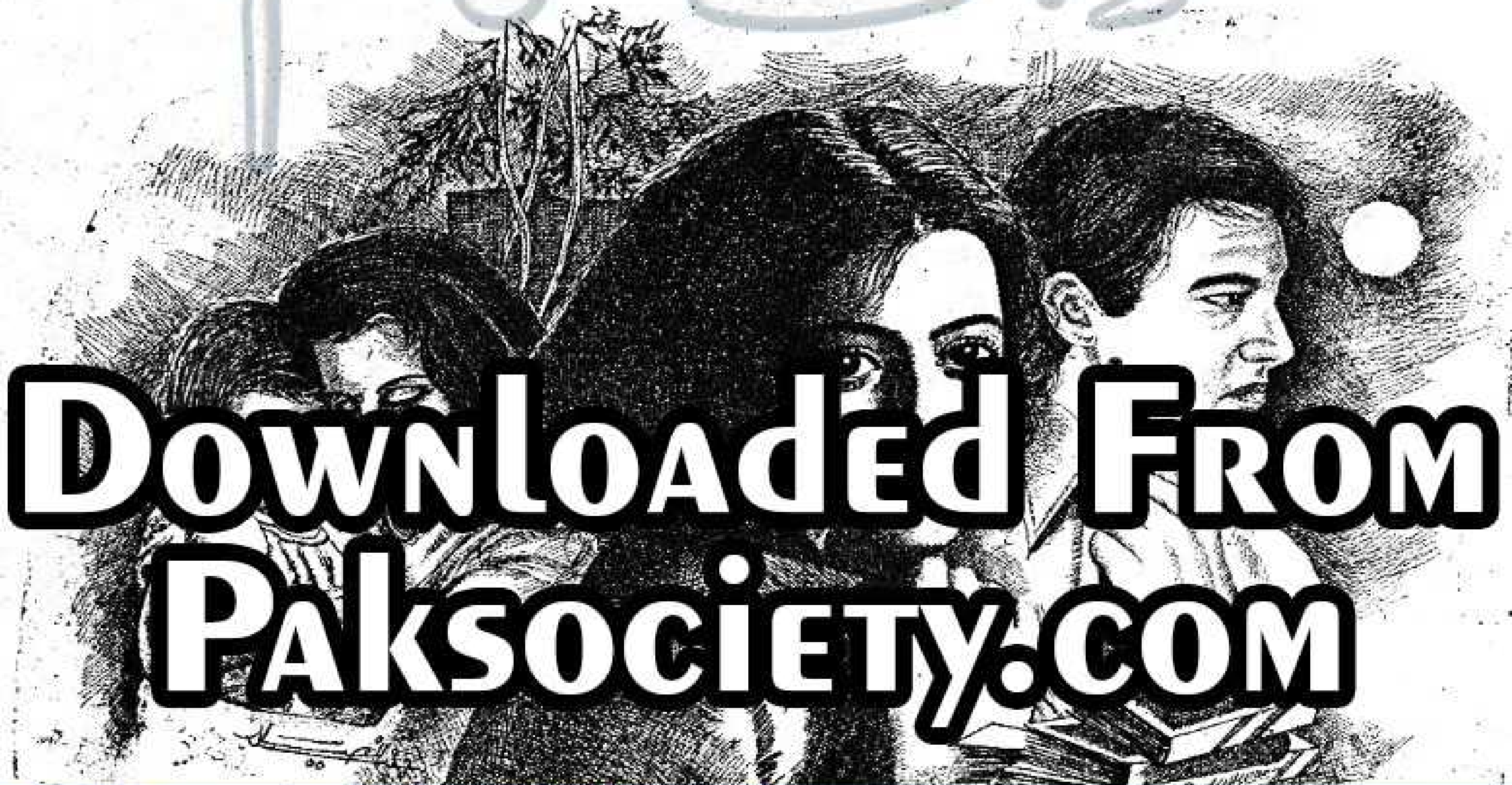
نبیلہ عزیز

رقصِ بسمل

رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔
ولید' ماورا کے سامنے والے صوفے پہ گم صم اور ساکت سا بیٹھا ماورا سے سنی ہوئی داستان پر یقین کرنے اور نہ کرنے کے بیچ ڈول رہا تھا۔
کیوں کہ جو کچھ وہ بتا چکی تھی' وہ قابلِ فراموش تو نہیں تھا۔
رضا حیدر... علی مرتضیٰ کے قاتل تھے... عافیہ بیگم اور ماورا مرتضیٰ کے مجرم تھے اور قاتل اور مقتول کی اولادیں محبت میں گرفتار تھیں۔
معاملہ کہاں سے شروع ہوا تھا اور کہاں پہنچا تھا اور آگے کیا ہونے والا تھا' سب عقل اور سمجھ سے باہر کی باتیں تھیں۔ ولید کی پُرسوچ آنکھیں پٹپٹا رہی تھیں۔
"بتاؤ ولید! میرا ساتھ دو گے؟ مجھے تیمور حیدر واپس چاہیے... ہر حال میں..." ماورا التجا بھی کر رہی تھی تو ایک ضد' ایک ہٹ دھرمی کے ساتھ۔

بتیسویں قسط

"ارے ڈونٹ وری' اٹھا لو... سمجھو تمہارا اپنا ہی ہے۔" مونس مرزا نے اس کی ہمت بڑھائی۔ عزت نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
وہ آخر کیا کرتی...؟ مجبوری میں گدھے کو باپ بنانے والا کام کر رہی تھی۔ اور جب گدھے کو باپ کہنے کے لیے منہ کھول ہی لیا تھا تو پھر کہہ دینے میں جھجک ہی کیا تھی؟





سو اس نے اپنی ازلی خود اعتمادی بحال کرتے ہوئے اس کی ہتھیلی سے موبائل اٹھالیا تھا، لیکن پھر بھی اس قدر احتیاط سے اٹھایا تھا کہ اپنی انگلیوں کی پوریں بھی اس کی ہتھیلی سے مس نہیں ہونے دی تھیں۔

اور مونس مرزا اس کی اس حرکت پر مزید مسکرایا تھا۔

"آئی لائک اٹ...!" اس نے سراہا۔

اور عزت اس کی ستائش سے بے نیاز موبائل کھولنے لگی، لیکن موبائل پر پاس ورڈ تھا، اس لیے اس کے ہاتھ کی حرکت رک گئی تھی۔

"پاس ورڈ...؟" اس نے مونس مرزا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تمہیں پاس ورڈ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے...؟ میرا پاس ورڈ تو تم ہو۔" مونس مرزا حد سے زیادہ لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"پلیز... پاس ورڈ بولو۔" وہ بڑے تحمل سے پوچھ رہی تھی۔

"بولا تو ہے۔ بس تھوڑا سا غور کرلو... میرا پاس ورڈ تم ہو۔" وہ کہتے ہوئے ذرا سا اس کے قریب جھکا تھا۔

"میں...؟" وہ ٹھٹکی۔ اور پھر اگلے ہی لمحے جیسے سب سمجھ میں آگیا تھا۔

اس نے موبائل کی اسکرین پہ "عزت" کی اسپیلنگ لکھی اور لاک کھل گیا تھا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو مونس مرزا کے موبائل پر اپنے نام کا پاس ورڈ دیکھ کر وہ یقیناً اس کا موبائل ہی توڑ دیتی، لیکن اس وقت وہ ایسا کچھ بھی نہیں کرسکتی تھی کیونکہ اس وقت خود اسے موبائل سے "مطلب" تھا۔ اس لیے اس نے ہر چیز نظر انداز کرتے ہوئے کی پیڈ کھولا تھا۔ اور ابھی وہ نمبر ڈائل کر ہی رہی تھی کہ مونس مرزا کی آواز پہ اس کے ہاتھوں کی حرکت وہیں رک گئی تھی۔

"ولید رحمان کے نمبر کے علاوہ تم دنیا کا کوئی بھی نمبر ڈائل کرسکتی ہو۔" مونس مرزا کی اس قدر پرسکون وارننگ پہ اس کے چہرے کا رنگ بدلا تھا، لیکن اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا تھا اور بڑے غیر محسوس طریقے سے ولید کے نمبر کے بجائے تیمور کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

مگر افسوس تیمور کا نمبر بند جا رہا تھا۔

"تیمور بھائی کا نمبر تو آف جا رہا ہے۔" وہ دھیمے سے بڑبڑائی۔

"ہوں...! تیمور بھائی خود بھی آف جا رہے ہیں۔" مونس مرزا نے مذاق اڑایا۔

عزت کے وجود میں غصے کی لہر دوڑ گئی تھی، لیکن اسے فی الحال ضبط سے کام لینا تھا۔ اس لیے ایک بار پھر نظر انداز کرتے ہوئے ساشا کا نمبر ملایا، اس کے نمبر پہ نیٹ ورک مصروف تھا۔

"اف...!" عزت دل ہی دل میں زچ ہو کے رہ گئی تھی۔

"اب کیا کروں...؟" اس نے اپنی سوچ کا گھوڑا دوڑایا۔

"تم جس سے بھی کانٹیکٹ کرنا چاہتی ہو... مجھے بتاؤ... میں ڈائریکٹ کانٹیکٹ کروا دیتا ہوں۔ جس سے بات کرنی ہے تمہیں اس کے پاس لے جاتا ہوں۔" مونس مرزا نے اسے ایک اور کھلی آفر دی تھی۔

عزت نے ٹھٹک کر دیکھا، لیکن پھر مونس مرزا کے ساتھ کہیں جانے کا سوچ کر ہی اس نے اپنے ذہن سے اس کی آفر مسترد کر ڈالی تھی۔

"پلیز...! تھوڑی دیر کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دو... میں اپنی کزن فارہ سے بات کرنا چاہتی ہوں... اور اس طرح

تو میں ایزی ہو کر بات نہیں کر سکوں گی۔"

اس نے ذرا نارمل طریقے سے مونس مرزا کو سمجھانے کی کوشش کی تھی اور نجانے کیوں مونس مرزا کا موڈ ایسا بے نیاز اور لاپروا ہو رہا تھا کہ وہ عزت کی بات مانتے ہوئے کسی اچھے بچے کی طرح سر ہلا کر وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"دس منٹ کافی ہیں نا.....؟" اس نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں کافی ہیں....." عزت نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"اوکے..... ٹھیک دس منٹ بعد میں حاضر ہوتا ہوں۔" وہ کہہ کے باہر نکل گیا اور عزت نے بڑی تیزی سے فارہ کا نمبر ڈائل کیا کیونکہ اس کے پاس مہلت کم تھی۔

صد شکر کہ فارہ نے کال ریسیو کر لی تھی۔

"ہیلو.....؟" فارہ کی نرم سی آواز ایرپیس سے ابھری تھی۔

"فارہ! میں عزت بات کر رہی ہوں۔ میرے پاس اپنا موبائل نہیں ہے۔ بابا جان نے رات کو ہی مجھ سے موبائل چھین لیا تھا تاکہ میں کسی سے بھی کانٹیکٹ نہ کر سکوں۔ یہ کال میں مونس مرزا کے نمبر سے کر رہی ہوں۔"

عزت چھوٹتے ہی شروع ہو گئی تھی جبکہ فارہ ہکا بکا سی سن رہی تھی کہ وہ یہ سب کیا بول رہی ہے۔

"مگر کیوں.....؟ تم تو دبئی....." فارہ کی سچ مچ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"ہم کل صبح ہی دبئی سے آگئے تھے۔ تم کسی بھی طرح سے تیمور بھائی یا ولید سے کہو وہ مجھ سے کانٹیکٹ کریں..... میں پرابلم میں ہوں۔ باقی تفصیل تم ماورا بھابھی سے پوچھ لو..... میرے پاس ٹائم کم ہے۔ پلیز میرا میسج ان تک پہنچا دو..... ورنہ یہ نہ ہو کہ بابا جان کے غصے کی لپیٹ میں تمہیں ہی آجاؤں..... اوکے ابھی بند کرتی ہوں۔ اللہ حافظ....."

عزت نے دس منٹ میں بھی ختم نہ ہونے والی بات پانچ منٹ میں ختم کر کے اس کے موبائل سے اپنے ڈائل شدہ تمام نمبرز ڈیلیٹ کر دیے تھے اور دس منٹ بعد مونس مرزا دوبارہ وہاں آیا تو عزت اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"تھینک یو.....! اس مشکل وقت میں تمہاری یہ ہیلپ ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" اس نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کا موبائل اس کی طرف بڑھایا' مونس مرزا مسکرا دیا۔

"اور ان شاء اللہ میں تمہیں بھولنے بھی نہیں دوں گا۔ تم میری ہیلپ ہی نہیں مجھے بھی یاد رکھو گی۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہتے ہوئے اسے جانے کے لیے رستہ دیا تھا کیونکہ وہ بیڈ روم میں جانے کے لیے پر تول رہی تھی۔

"ضرور....." وہ کہہ کے آگے بڑھی۔

"میسج کیا دیا ہے.....؟" مونس مرزا نے پیچھے سے آواز دی۔

"کہ ولید رحمان سے کہو' مجھ سے رابطہ کرے۔" عزت نے گردن موڑ کر اسے جواب دیا اور پھر اسے دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی تھی اور مونس مرزا لب بھینچ کے رہ گیا۔



ماورا کی زبانی ساری داستان سن کر فارہ کو بھی چپ لگ گئی تھی۔

وہ بھی حیرت زدہ رہ گئی کہ کیا سے کیا ہو گیا ہے اور ان لوگوں کو خبر ہی نہیں ہے۔

"بولو...؟ چپ کیوں ہو گئی ہو....؟" ماورا نے اسے بولنے پہ اکسایا۔

"بولنے کے لیے کچھ باقی ہے کیا....؟" فارہ نے الٹا اس سے سوال کیا۔

"فارہ پلیز... اب تم مجھے ٹینشن مت دو.... میرا دماغ پہلے ہی پھٹ رہا ہے۔ میری سوچ مفلوج ہو چکی ہے.... میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں اور کیا نہ کروں۔" ماورا نے کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کو دبایا اور کنپٹیوں کو سہلانے کی کوشش کی۔

"کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ یہ تو مجھے نہیں معلوم.... لیکن فی الحال تم لوگ عزت کے بارے میں سوچو.... جو شیر کی کچھار میں بیٹھی ہے۔ ایک طرف حیدر انکل اور دوسری طرف مونس مرزا اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ وہ ہے بھی اسی کے گھر میں...." فارہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو تم....؟" ماورا نے چونک کر دیکھا۔

"تمہاری اپنی طبیعت ٹھیک نہیں.... میں گھر چلتی ہوں پھر آؤں گی۔"

فارہ ڈرائیور کے ساتھ آئی تھی اور اب جانے کے لیے تیار تھی۔

"تو پھر تم ایک کام کرو۔" ماورا کے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔

"کیا....؟" فارہ اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے رکی۔

"تم ساشا سے کہو وہ عزت سے ملنے کے لیے جائے کیونکہ ایک وہی ہے جو اس سے رابطہ رکھ سکتی ہے۔"

ماورا کا آئیڈیا بہترین تھا۔ فارہ کے دل کو لگا تھا۔

"ہوں.... ٹھیک ہے.... میں ساشا سے کہتی ہوں وہ چلی جائے گی۔" فارہ نے بیگ اٹھاتے ہوئے سر ہلایا۔

"تو مجھے بتا دینا بلکہ تم مجھے بھی ساشا کا نمبر سینڈ کر دو۔" ماورا کو عزت کی فکر تیمور سے بھی زیادہ تھی۔

"اوکے.... کر دیتی ہوں.... اللہ حافظ....!" فارہ کہہ کے چلی گئی تھی اور ماورا کے پاس پھر سے سوچیں تھیں اور تنہائی تھی۔

"اف تیمور....! کہاں چلے گئے ہو....؟ میں اکیلی سب کیسے ہینڈل کروں....؟ کیسے....؟" وہ سوچتے ہوئے روہانسی سی ہو گئی تھی۔



"تیمور.... تیمور....!" ولید کب سے دیکھ رہا تھا کہ تیمور ایک ہی پوزیشن میں لیٹا بے سدھ سو رہا ہے۔ اس نے کروٹ تک نہیں بدلی تھی۔ اسی لیے ولید کو تشویش ہونے لگی تھی اور جب اس سے رہا نہ گیا تو وہ اٹھ کے اس کے قریب آ گیا۔

دو تین آوازیں دینے کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا تھا سو اسے تیمور کا بازو ہلانا پڑا۔

"تیمور....!" ولید نے اس کا بازو ہلایا، لیکن ساتھ ہی اس کا دماغ بھی ہل گیا تھا۔ تیمور کا بازو آگ کی طرح تپ رہا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ.... اسے تو بہت تیز بخار ہے۔" ولید کو پریشانی سے جھٹکا لگا۔

"تیمور.... تیمور.... آنکھیں کھولو.... ادھر دیکھو.... تیمور....!" ولید نے جھک کر اس کا چہرہ تھپکا۔

لیکن بخار کی شدت اتنی تھی کہ وہ سدھ بدھ کھو بیٹھا تھا۔

"کیا بات ہے.... ؟ سب خیر تو ہے.... ؟" زبیدہ خاتون اندر آ گئی تھیں۔ انہوں نے ولید کی آواز سن لی تھی۔
"امی.... ! اسے بہت تیز بخار ہے۔ دوپہر سے ایک ہی پوزیشن میں سو رہا تھا۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا.... " ولید نے پلٹ کر ماں کو بتایا۔ وہ بھی پریشان ہو گئی تھیں۔
"اوہ.... اللہ سب خیر کرے.... اب کیا کرنا ہے.... ؟" انہوں نے متفکر نظروں سے تیمور کی طرف دیکھا جسے سچ مچ کچھ ہوش نہیں تھا۔
"کرنا کیا ہے.... ڈاکٹر کو بلانا پڑے گا.... وحید کہاں ہے؟" ولید کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آیا۔
"وحید گھر کا کچھ سودا سلف لینے گیا ہے' تم ڈاکٹر کی طرف جاؤ.... میں تب تک تیمور کے پٹیاں بھگو کے رکھتی ہوں۔" انہوں نے ولید کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔ وہ کافی پریشان نظر آ رہا تھا۔
"ٹھیک ہے.... میں ابھی آتا ہوں۔" وہ کہہ کر تیزی سے گھر سے نکل گیا تھا۔



ڈاکٹر کی دوا دینے کے دو گھنٹے بعد بھی اس کی حالت میں کوئی فرق نہ آیا تو ولید کی پریشانی دگنی ہو گئی تھی اور اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی ماورا کا نمبر ملایا تھا۔ کیونکہ وہ ماورا کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔
"ہیلو ولید.... ! کہاں تھے.... ؟ میں کب سے تمہیں کال کر رہی ہوں۔ تمہارا نمبر ہی نہیں مل رہا تھا۔" ماورا نے چھوٹتے ہی اپنی پریشانی کہی جب کہ ولید کسی اور ہی پریشانی کا شکار تھا۔
"ولید.... ! بولو.... اب بات کیوں نہیں کر رہے.... ؟" ماورا نے زچ ہو کر کہا۔
"سوری.... میں خود بہت پریشان ہوں.... وہ دراصل تیمور کی طبیعت ٹھیک نہیں.... اسے بہت تیز بخار ہے اور بخار کی وجہ سے وہ تقریباً" بے ہوش ہے۔ اسے کچھ خبر نہیں ہے اسی لیے میں نے فون کیا ہے کہ آپ سے پوچھوں کہ اب کیا کروں.... ؟" ولید نے اپنی پریشانی بیان کی تو ماورا اپنی پریشانی بھول گئی۔
"تو تم مجھے صبح سے اب بتا رہے ہو.... ؟" اس کا دل چاہا وہ ولید پر چلا اٹھے۔
"صبح سے تو مجھے بھی نہیں پتا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی پتا چلا ہے۔ ڈاکٹر کو لے کر آیا تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ اگر دو گھنٹے کے بعد بھی بخار نہ اترے تو پھر اسپتال لے کر جانا پڑے گا' لیکن میں آپ کو بتائے بغیر کیسے چلا جاتا.... ؟" ولید ماورا کی اجازت سے اسے لے کر جانا چاہتا تھا۔
"ولید.... پاگل ہو گئے ہو تم.... ؟ ایک تو مجھے لیٹ بتا رہے ہو اور دوسرا مجھ سے اجازت لے رہے ہو.... ؟ آخر کیوں.... ؟ کیا تمہارا اس سے کوئی رشتہ نہیں.... ؟ کوئی حق نہیں تمہارا.... ؟" ماورا کو غصہ آ رہا تھا۔
"سوری.... لیکن یہ اسپتال کا مسئلہ ہے.... نہ آپ کو پتا ہو نہ اس کے پیرنٹس کو.... تو میں کیسے.... ؟" اس نے کہتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔
"بھاڑ میں جائیں سب.... تم اسے اسپتال لے کر جاؤ.... میں بھی آ رہی ہوں۔"
ماورا نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا اور ولید کو تھوڑی ڈھارس سی مل گئی تھی کہ چلو کوئی تو ساتھ ہے نا.... ورنہ اگر کسی کو پتا چلتا تو میڈیا پہ پتا نہیں کیا کیا ایشو بن جاتے....



ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ماورا' ولید کے بتائے ہوئے اسپتال پہنچ چکی تھی۔ ولید اسے راہداری میں ہی مل گیا تھا۔
"کہاں ہے وہ.... ؟" ماورا کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرکت میں بے قراری اور عجلت تھی جیسے وہ پلک جھپکتے میں اڑ کر اس کے پاس پہنچنا چاہتی ہو۔

"وہ بھی بلڈ ٹیسٹ کے بعد اسے روم میں شفٹ کیا ہے۔ امید ہے جلدی بہتر ہو جائے گا ڈونٹ وری۔ ڈاکٹر کہتے ہیں ٹینشن اور جسمانی تھکن کی وجہ سے بخار ہوا ہے۔"

ولید نے ماورا کے پریشان، ہوائیاں اڑتے چہرے کو اک نظر دیکھتے ہوئے اسے تسلی دینے کے لیے خود ہی بتا دیا کہ کیا مسئلہ ہے۔

"اس کا روم نمبر.....؟" ماورا نے اپنے اندر کی بے قراری اور عجلت کو بمشکل ضبط کرتے ہوئے تیمور کا روم نمبر پوچھا۔

"آیئے....." ولید نے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور ماورا نے قدم آگے بڑھا دیے۔

فرسٹ فلور پہ پہنچ کے ولید کے قدم روم سے باہر ہی رک گئے تھے۔

"آپ جائیے اندر..... مجھے اس کی ٹیسٹ رپورٹ ریسیو کرنی ہے۔ تھوڑی دیر بعد آتا ہوں۔" ولید نے اسے اندر جانے کا کہا اور ماورا سر ہلاتی ہوئی دروازہ کھول کر اندر آگئی۔

وہ سامنے ہی بیڈ پہ بے سدھ پڑا تھا اور اس کی حالت ایسی تھی کہ ماورا کا دل مٹھی میں آگیا تھا۔

صرف دو دن میں اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہ صدیوں کا بیمار ہو اور اسے دیکھ کر ماورا کو ایسا لگا جیسے اس کے اپنے جسم سے جان نکل گئی ہو' وہ مرے مرے قدموں سے چلتی بیڈ کے قریب آگئی۔

"تیمور.....!" اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہتے ہوئے تیمور کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"تیمور.....! آنکھیں کھولو نا..... مجھے دیکھو..... میں تمہارے لیے آئی ہوں..... تم سے ملنے کے لیے آئی ہوں..... پلیز ایک بار..... ایک بار دیکھو تو سہی....." وہ اس کے ہاتھ کو سہلا رہی تھی' لیکن وہ بے خبر پڑا تھا۔

"تیمور.....! کیوں پڑے ہو اس طرح..... اٹھو..... پلیز..... تم اس طرح اچھے نہیں لگ رہے..... تم تو فریش اچھے لگتے ہو..... ہنستے مسکراتے..... ایک دم تیار..... ویل ڈریسڈ..... یہ حال..... یہ حلیہ تمہیں سوٹ نہیں کر رہا..... کیا بنا رکھا ہے خود کو..... دیکھو کپڑے کتنے خراب ہو رہے ہیں..... میلے..... شکن آلود..... پرانے لگ رہے ہیں۔" ماورا اس کی شرٹ کے بٹن اور کالرز کو چھو کے دیکھ رہی تھی' قمیص کی آستینیں چڑھی ہوئی تھیں بازو پہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔

شاید اس کا بلڈ لیا گیا تھا بلڈ ٹیسٹ کے لیے..... ماورا نے آہستگی سے بینڈیج پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور پھر نرمی سے سہلانے لگی۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی اور نرس اندر آگئی' نرس اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"آپ کون.....؟" شاید نرس پہلے بھی وزٹ کر چکی تھی اس لیے پہلے اسے نہیں دیکھا تھا۔

"میں ان کی وائف ہوں۔" ماورا نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ..... وائف..... پھر تو حق بنتا ہے..... ویسے رونے کی ضرورت نہیں' ان شاء اللہ جلدی بہتر ہو جائیں گے۔"

نرس کہہ کر اس کا بی پی چیک کرنے لگی اور ماورا گہری سانس کھینچتی ہوئی کرسی پہ بیٹھ گئی۔ نظریں مسلسل تیمور کے چہرے کے گرد گھوم رہی تھیں۔



صبح صبح ساشا جاگنگ کے لیے نکلی تھی اور پھر وہیں سے گاڑی لے کر سیدھی عزت سے ملنے چلی آئی تھی۔

صبح کا وقت تھا۔ مونس مرزا بھی جاگنگ سے واپس آرہا تھا۔ گیٹ پہ کسی لڑکی کی گاڑی دیکھ کر وہ بھی وہیں رک گیا۔

"کس سے ملنا ہے.....؟" مونس مرزا اس کی گاڑی کے قریب آیا۔

"عزت سے۔۔۔" ساشا نے مختصراً" جواب دیا وہ اسے منہ نہیں لگانا چاہتی تھی۔

"آپ غالباً۔۔۔" اس نے ذہن پر زور ڈالنا چاہا۔

"ساشا احمد۔۔۔ عزت کی کزن۔۔۔ اس نے میرے لیے پیغام چھوڑا ہے۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہے۔" ساشا گاڑی سے اتر آئی تھی۔

"ارے۔۔۔ اس نے پیغام چھوڑا ہے تو سمجھیں' یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔۔۔ آیئے اندر آیئے۔" مونس مرزا آج کل اچھائی کے ریکارڈ قائم کر رہا تھا۔

چوکیدار نے گیٹ کھول دیا تھا اور ساشا اس کے پیچھے پیچھے چلتی اندر آگئی تھی۔ سامنے ہی رضا حیدر اور قیام مرزا لان میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ ساشا کو دیکھ کر رضا حیدر کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے تھے' جس سے ظاہر تھا کہ ان کو ساشا کا آنا ناگوار گزرا ہے۔

"السلام علیکم۔۔۔!" ساشا نے قریب پہنچ کر ان دونوں کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔!" قیام مرزا نے جواب دیا اور سوالیہ نظروں سے مونس مرزا کی طرف دیکھا۔

"حیدر انکل کی بھانجی ہیں۔۔۔ شادی میں دیکھا تھا ان کو' فیصل آباد۔۔۔ مجھے بھی ابھی یاد آیا ہے۔" مونس نے باپ سے اس کا تعارف کرایا۔

"او اچھا۔۔۔" انہوں نے فوراً" اثبات میں سر ہلایا۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو۔۔۔؟" رضا حیدر بولے بھی تھے تو بہت ہی سرد سے لہجے میں۔

"میں عزت سے ملنے کے لیے آئی ہوں۔" ساشا نے بھی بڑے نپے تلے انداز میں جواب دیا تھا۔

"کیوں۔۔۔؟ اس سے کیوں ملنا ہے۔۔۔؟" ان کی نظریں تیکھی ہو چکی تھیں۔

"میں تو اس سے ملنے کے لیے پہلے بھی آتی تھی۔ اس میں کیوں کا کیا سوال ہے؟ میں پہلی بار تو نہیں آئی۔۔۔؟" وہ بھی اپنے اعتماد کو بحال رکھتے ہوئے ہی یہاں آئی تھی۔

"یہاں تو پہلی بار ہی آئی ہو نا۔۔۔!" انہوں نے جیسے چبا کر کہا تھا۔

"یہاں تو آپ بھی پہلی بار ہی آئے ہیں۔" ساشا کا جواب رضا حیدر کو لاجواب کر گیا تھا۔

"ساشا۔۔۔!" عزت کی آواز پہ وہ سب ہی چونک گئے تھے۔ وہ ابھی ابھی مرکزی دروازے سے باہر نکلی تھی اور ساشا کو دیکھ کر کھل اٹھی تھی۔

ساشا بھی ان سب کو نظرانداز کرتی ہوئی عزت کی طرف بڑھ گئی اور عزت اسے بیڈ روم میں لے آئی۔

"اگر انسان خود رابطہ نہ کرے تو کوئی اس کی خبر بھی نہ لے۔" عزت نے شکوہ کیا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ میں یہی سمجھ رہی تھی کہ تم دبئی میں ہو اور اس مسئلے کا تو علم ہی نہیں تھا۔ مجھے تو فارہ کی کال آئی اور پھر اور ابھا بھی کی۔۔۔ وہ بھی بہت پریشان ہیں۔" ساشا نے تاسف سے کہا۔

"کیوں۔۔۔؟" عزت نے بے ساختہ پوچھا۔

"وہ تیمور بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔ وہ ولید بھائی کے گھر پہ تھے' وہیں ان کو بخار ہو گیا اور بخار سے ایسے بے سدھ ہوئے کہ انہیں اسپتال میں ایڈمٹ کرانا پڑا۔ اب وہ اسپتال میں ہی ہیں۔"

"پھر اب۔۔۔ اب کیسی طبیعت ہے ان کی۔۔۔؟" عزت کے چہرے پہ بھی تفکر کے سائے اتر آئے تھے۔ آخر وہ سب تیمور کے بغیر تھے ہی کیا۔۔۔؟ بالکل بے کار۔

"ابھی تو میرا رابطہ نہیں ہوا۔ جیسے ہی ہوا تمہیں بتا دوں گی۔"

"لیکن کیسے بتاؤ گی۔۔۔؟ میرے پاس تو کوئی موبائل وغیرہ۔۔۔" عزت کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ ساشا نے اپنی

پاکٹ سے ایک چھوٹا سا موبائل نکال کے اس کے سامنے کر دیا تھا۔
"آج کل اس مشین کے بغیر زندگی ادھوری ہے... میں نے سوچا تمہیں ضرورت ہو گی۔ اس لیے ساتھ لے چلوں..." ساشا نے بڑی عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔
"لیکن میں اس کو کیسے...؟" عزت کو اگلا خیال گھیر چکا تھا۔
"یہ سائلنٹ موڈ پہ ہے... کریڈٹ بھی ہے... فارہ کا... میرا... ماورا بھابھی کا، تیمور بھائی اور ولید بھائی کا بھی نمبر سیو ہے اور تمہاری ایمرجنسی کے لیے پولیس اسٹیشن کا نمبر بھی ہے... تم کسی بھی ٹائم کسی سے بھی کانٹیکٹ کر سکتی ہو اور ہمیں بھی باخبر رکھ سکتی ہو... یہ موبائل تمہیں سب سے چھپا کر رکھنا ہو گا، ورنہ یہ بھی چھین لیا جائے گا... باقی تمہیں جس چیز کی بھی ضرورت ہو، مجھے بتا دینا میں پہنچا دوں گی۔ ابھی میں چلتی ہوں... ملاقات مختصر ہی بہتر ہے... طویل ہوئی تو پابندی لگ جائے گی۔" ساشا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"او کے... یہ کام تو تم نے بہت اچھا کیا ہے، لیکن سنو تم خود بھی چکر لگاتی رہنا... میں اکیلی ہوں یہاں... باہر بھی نہیں جا سکتی... میرا دم گھٹ رہا ہے۔" عزت آزاد پنچھی کی طرح اونچی فضاؤں میں اڑنے کی عادی تھی، یوں قید میں رہ کر جینا کب سیکھا تھا...؟ اسی لیے وہ گھبرا چکی تھی۔
"دعائیں دو اپنے بابا جان کو..." ساشا نے طنز کیا۔
"ان کا تو نام بھی مت لو... نفرت ہو گئی ہے باپ کے لفظ سے بھی..." عزت نے نفرت سے پھنکارتے ہوئے سر جھٹکا۔
"اگر تم لوگوں کو نفرت ہو گئی ہے تو پھر ماورا بھابھی کو کتنی نفرت ہو گی جس کو پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم اور گھر سے بے گھر کر دیا گیا تھا..." ساشا نے عزت کو آئینے کا دوسرا رخ دکھایا۔
"ہاں... ! ٹھیک کہہ رہی ہو... وہ اس سے بھی زیادہ برا سلوک ڈیزرو کرتے ہیں۔" عزت کا غصہ اس کے چہرے سے ہی ظاہر ہو رہا تھا۔
"خیر... ! اللہ بہتر جاننے والا ہے..." ساشا کہہ کر وہاں سے رخصت ہو گئی تھی۔



ماورا کی وجہ سے ولید ساری رات تیمور کے کمرے میں نہیں آیا تھا۔ البتہ وقتاً" فوقتاً" اس کی خبر لیتا رہا تھا۔
اور ماورا ساری رات اس کے سرہانے بیٹھی رہی۔ جب اس کا بخار اترا تب وہ کچھ پر سکون ہوئی اور وہیں بیڈ کے قریب کرسی پہ بیٹھے بیٹھے تیمور کے بازو پہ سر رکھے سو گئی۔
فجر کی اذان کے بعد کہیں تیمور کو اپنے دائیں بازو پہ بوجھ اور تھکن محسوس ہوئی تھی۔ اس نے بازو کو ہلانے کی کوشش کی تھی، لیکن اس کا بازو ہل نہیں سکا تھا اور اسی کوشش میں اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔
پہلے تو وہ اسپتال کا کمرہ دیکھ کر حیران ہوا۔ پھر اسٹینڈ پر لٹکی ڈرپ پہ نظر پڑی تھی اور رفتہ رفتہ دوسرے بازو کی طرف دیکھا تو اپنے بازو پہ کسی کا سر دیکھ کر مزید ٹھٹک گیا۔
"کون...؟" اس نے بازو کو زور سے کھینچنے کی کوشش کی تھی اور ماورا ایک دم ہڑبڑا کے سیدھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں نیند کے بوجھ سے بوجھل ہو رہی تھیں۔
اور تیمور اسے دیکھ کر ساکت و صامت رہ گیا تھا۔
"تیمور... ! اب کیسی طبیعت ہے آپ کی...؟" ماورا نے اس کے بازو کو چھوا اور تیمور کو لگا اس کے بازو کو جیسے آگ چھو گئی ہو۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



"ڈونٹ ٹچ می....." اس کا لہجہ سنگ رہا تھا۔
"پلیز تیمور.....! آپ کا غصہ بجا ہے..... لیکن ایک بار آرام سے بیٹھ کر میری بات تو سن لیں۔" ماورا کے لہجے میں التجائیہ رنگ تھا۔
"مجھے یہاں کون لے کر آیا ہے.....؟" اس کی بات کو تیمور نے نظر انداز کر کے پوچھا۔
"ولید.....!" ماورا کو بتانا پڑا۔
"تو وہ کہاں ہے.....؟ ولید..... ولید..... ! نرس.....!" تیمور نے ان کو آوازیں دینا شروع کر دی تھیں۔
"تیمور پلیز..... کیا کر رہے ہیں.....؟" ماورا روہانسی سی ہو گئی۔
"ولید.....! ولید.....!" وہ اتنے زور سے دھاڑا کہ ولید کوریڈور سے اس کی آواز سن کر بھاگتا ہوا اندر آیا تھا۔
"کیا ہوا.....؟ سب ٹھیک تو ہے.....؟" ولید گھبرایا ہوا تھا۔
"مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہو.....؟ مجھے گھر لے کر چلو....." وہ جلد سے جلد ماورا مرتضیٰ کی نظروں سے اوجھل ہو جانا چاہتا تھا۔
"تمہاری حالت ہی ایسی تھی کہ لے کر آنا پڑا اور اب ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر تو کہیں نہیں جا سکتے نا.....؟" ولید نے ذرا سنبھلتے ہوئے کہا۔
"مجھے کسی بھی ڈاکٹر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ بلاؤ نرس کو..... یہ ڈرپ اتارے..... مجھے یہاں سے جانا ہے۔" وہ بالکل جنونی ہو رہا تھا۔
اس کا یہ روپ ولید اور ماورا زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھ رہے تھے' ورنہ وہ ایسا تو نہیں تھا۔
"نہیں جاؤ گے یہاں سے..... جب تک ڈاکٹر نہ کہے....." ولید بھی ذرا سختی سے بولا تھا۔
"ولید! اس سے پہلے کہ میں کوئی اور قدم اٹھاؤں..... تم نرس کو بلاؤ۔" تیمور کا انداز ضد اور ہٹ دھرمی لیے ہوئے تھا۔
"ایک منٹ..... میں ڈاکٹر سے بات کر لوں پھر نرس کو بلاتا ہوں..... رکو....." ولید اسے سمجھا کر کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔
"اتنی نفرت ہو گئی ہے مجھ سے کہ جہاں میں موجود ہوں وہاں آپ ٹھہر بھی نہیں سکتے.....؟"
"ہاں..... ہو گئی ہے نفرت..... اس سے بھی زیادہ ہو گئی ہے..... اتنی کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" بخار کی وجہ سے شاید اس کا دماغ بھی تپ گیا تھا۔
"لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ مجھے آپ کی نفرت سے بھی زیادہ آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ اتنی کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔" ماورا کو اب اظہار میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔
"لیکن اب کی بار میرے پاس دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ جو تھا سب دے چکا ہوں۔ اب میں کوئی سودا نہیں کر سکتا..... خالی ہو چکا ہوں۔" وہ زہر خند ہوا۔
"لیکن اب کی بار میرے پاس دینے کے لیے بہت کچھ ہے..... جو ہے سب دے دوں گی۔ اب میں ہر سودا کر سکتی ہوں..... دولت' شہرت' عزت اور سب سے بڑی چیز محبت تک..... سب دے سکتی ہوں..... پہلے آپ نے محبت کو خریدا' اب محبت آپ کو خریدے گی..... یہ سودا چلتا رہے گا..... عمر بھر..... میرے اور آپ کے بیچ۔"

ماورا کی بات پہ وہ یک دم پھٹ پڑا تھا۔
"نہیں۔۔۔ اب کچھ بھی نہیں ہوگا۔۔۔ میرے اور تمہارے بیچ جو کچھ بھی تھا' وہ ختم ہو چکا۔"

"ابھی سے ختم کیسے۔۔۔؟ ابھی تو شروع ہوا ہے۔۔۔ اتنی جلدی ہار گئے۔۔۔؟" ماورا اس کے اندر کا غبار اپنے اندر جذب کر رہی تھی۔
"ہاں۔۔۔ میں اتنی جلدی ہار گیا کیونکہ میرے ساتھ کھیلنے والے کھلاڑی ماہر تھے۔ مجھے وہ داؤ پیچ نہیں آتے تھے جو ان کو آتے تھے۔" وہ زہر زہر ہو رہا تھا۔
"تیمور۔۔۔! آپ جانتے ہیں' میں نے آپ پہ کوئی داؤ پیچ نہیں چلائے۔۔۔ میں نے جو بھی کیا۔۔۔"
"پلیز۔۔۔ تم یہاں سے چلی جاؤ یا میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔" وہ اس کی کوئی بھی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔
"میں آخر کہاں جاؤں۔۔۔؟ میرے تمام راستے تو آپ تک آتے ہیں۔" ماورا اسے چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہیں تھی۔
"تو ٹھیک ہے۔۔۔ میں چلا جاتا ہوں۔"
تیمور نے غم و غصے کی انتہا کو چھوتے ہوئے اپنے ہاتھ میں لگی ڈرپ یک دم کھینچ ڈالی تھی اور اس کے ساتھ ہی کنولا بھی کھینچ کے نکال دیا تھا اور اتنی بے دردی سے کھینچا تھا کہ اس کی تکلیف دیکھ کر ماورا کی چیخ نکل گئی تھی۔ کیونکہ اس کے ہاتھ کی رگ سے خون بہہ نکلا تھا۔
"تیمور۔۔۔!" ماورا نے آگے بڑھ کے اس کے ہاتھ کو دبوچ لیا تھا تاکہ اس کا خون نہ بہے۔
"دور رہو مجھ سے۔۔۔" تیمور نے اپنا ہاتھ اک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا تھا اور اس حرکت سے ان دونوں کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑے تھے۔
"نہیں رہوں گی۔۔۔ چاہے مجھے جان سے مار دو۔" ماورا بھی اپنی پوری طاقت سے چیخی تھی اور تیمور نے غصے میں آکر یک دم اس کا چہرا اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا تھا۔
"جان سے ماروں گا نہیں۔۔۔ خود۔۔۔ مر جاؤں گا۔۔۔ سمجھیں۔۔۔؟"
اس نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا تھا اور ماورا اس کی آنکھوں میں مچلتی نفرت کی جھلک دیکھ کر جیسے اپنی جگہ سرد سی ہو کے رہ گئی تھی۔
اس کا وجود منجمد ہو چکا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں اس کا چہرہ اور اس کی آنکھیں دیکھ رہی تھی جو اس کے چہرے سے بے حد قریب تھیں اور اس کے سانسوں کی گرمی ماورا کو اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی۔ جس سے اس کا چہرہ جل اٹھا تھا اور آنکھوں سے پانی بہہ نکلا تھا۔
"تیمور۔۔۔!" اس کے ہونٹ کپکپائے۔
"بس۔۔۔!" تیمور نے اس کے جبڑے کو اور بھی زور سے بھینچ ڈالا۔
"آآآ۔۔۔!" وہ تکلیف سے کراہی۔۔۔

(باقی آئندہ)